ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1951

Program: BS Islamic Studies (Spec. Qur'an & Tafsir)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس :تعارفِ قرآن • (1951) سطح :بی ایس علومِ اسلامیہ) تخصص قرآن و تفسیر(

سمسٹر :خزاں2026

امتحانی مشق نمبر) 2 یونٹ 6 تا(9

کل نمبر • 100 :کامیابی کے نمبر50 :

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

)مطالعہ و حوالہ کے لیے(

نوٹ :یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر جوابات اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

سوال نمبر :1 تفسیر الجامع لاحکام القرآن) قرطبی (پر علماء کی آراء اور اس کی خصوصیات 20) نمبر(

سوال نمبر1 ۔ تفسیر" الجامع لاحکام القرآن "کے متعلق علماء کی آراء تحریر کیجئے نیز اس تفسیر کی چیدہ چیدہ خصوصیات بھی تحریر کیجئے۔(20)

تعارف

فقہی تفاسیر میں جو مقام" الجامع لاحکام القرآن "کو حاصل ہے وہ کم ہی کتابوں کو نصیب ہوا ہے۔ یہ عظیم تفسیر ساتویں صدی ہجری کے ممتاز عالم امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمہ اللہ) وفات671 ھ (کی تصنیف ہے، جو اندلس کے شہر قرطبہ سے تعلق رکھتے تھے اور بعد میں مصر میں مقیم ہوئے۔ امام قرطبی فقہِ مالکی کے

جلیل القدر فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ انہوں نے اپنی تفسیر کا مقصد نام ہی سے واضح کر دیا کہ اس میں قرآن سے شرعی احکام کا استنباط اصل موضوع ہے۔ یہ تفسیر تقریباً پوری دنیا کے مدارس و جامعات میں آیاتِ احکام کے مطالعے کے لیے بنیادی حوالہ مانی جاتی ہے۔ اس سوال میں پہلے اس تفسیر کے متعلق علماء کی آراء پیش کی جائیں گی اور پھر اس کی چیدہ چیدہ خصوصیات بیان ہوں گی۔

تفسیرِ قرطبی کے متعلق علماء کی آراء

علماء نے اس تفسیر کو آیاتِ احکام کی تفاسیر میں سب سے جامع اور سب سے نفع بخش قرار دیا ہے۔ ان کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ امام قرطبی نے اپنی کتاب میں صرف اپنے مسلک کی تائید پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام فقہی مذاہب کے دلائل انصاف کے ساتھ نقل کیے، پھر ان میں موازنہ کر کے جس موقف کو دلیل کے لحاظ سے قوی پایا اسے ترجیح دی۔ اسی انصاف پسندی کی وجہ سے ہر مسلک کے اہلِ علم اس کتاب سے استفادہ کرتے ہیں اور مالکی مفسر ہونے کے باوجود قرطبی کی شہرت تمام فقہی حلقوں میں یکساں ہے۔ متاخرین اہلِ علم نے اسے فقہ و احکام کے باب میں لاجواب قرار دیا اور یہ کہا کہ احکامِ قرآنی کو سمجھنے والا اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

حاجی خلیفہ نے ”کشف الظنون“ میں اس تفسیر کا تعارف کراتے ہوئے اس کے اسلوب اور اس کے مشمولات کی تعریف کی ہے اور اسے ان تفاسیر میں شمار کیا ہے جن میں احکام کی تفصیل، لغوی مباحث اور اخبار و آثار سب جمع کر دیے گئے ہیں۔ علمائے تراجم نے امام قرطبی کی ذاتی صفات، زہد و عبادت اور علمی امانت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تفسیر کو ان کے اخلاص و ورع کا آئینہ بتایا ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفاسیر کے تعارف میں قرطبی کا ذکر فقہی تفسیر کے امام کے طور پر کیا ہے۔ جدید دور کے محققین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ یہ تفسیر فقہِ اسلامی کے ارتقاء اور آیاتِ احکام کے فقہی استنباط کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ماخذ ہے، اور اس کے مقدمے کو اصولِ تفسیر میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

البتہ بعض علماء نے چند تنبیہات بھی کی ہیں جو اس کتاب کی قدر کم نہیں کرتیں بلکہ اس سے استفادے کا صحیح طریق بتاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ امام قرطبی نے فقہی مباحث میں بسا اوقات طوالت اختیار کی ہے جس سے عام قاری کے لیے اصل قرآنی مفہوم پسِ منظر میں چلا جاتا ہے؛ بعض مقامات پر ضعیف روایات بھی آ گئی ہیں اگرچہ تعداد میں کم؛

اور بعض جگہ بعض گروہوں کے رد میں سختی نظر آتی ہے۔ اس کے باوجود مجموعی رائے یہی ہے کہ ان معمولی امور کے مقابلے میں کتاب کے فوائد بے شمار ہیں اور وہ آیاتِ احکام کی سب سے معتبر و مرتب تفسیر ہے۔

تفسیرِ قرطبی کی چیدہ چیدہ خصوصیات

اس تفسیر کی خصوصیات میں سب سے نمایاں خصوصیت اس کا فقہی و احکامی مرکزیت ہے۔ امام قرطبی ہر آیت میں پہلے سورت کا تعارف اور فضائل، پھر الفاظ کی لغوی و نحوی وضاحت، قراءتوں کا ذکر، اسبابِ نزول اور پھر آیت سے مستنبط مسائل کی مفصل فہرست پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی ایک آیت سے درجنوں فقہی مسائل نکال کر ہر مسئلے میں صحابہ، تابعین اور ائمہ مذاہب کے اقوال ان کے دلائل سمیت نقل کیے ہیں۔ عبادات سے لے کر معاملات، حدود، خاندانی قوانین اور قضاء تک کے مسائل اس تفسیر میں ملتے ہیں، اسی لیے اسے فقہاء نے ہمیشہ اپنے مطالعے کا حصہ رکھا۔

دوسری خصوصیت جامعیت ہے۔ اس تفسیر میں صرف فقہ نہیں بلکہ لغت و نحو، صرف و بلاغت، قراءاتِ سبعہ و شاذہ، احادیث و آثار، اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ، اور آیات کے باہمی ربط جیسے علومِ قرآن کے تقریباً تمام پہلو سما گئے ہیں۔ تیسری خصوصیت اس کا مشہور مقدمہ ہے، جس میں امام قرطبی نے فضائلِ قرآن، قرآن سیکھنے سکھانے کی فضیلت، مفسر کے لیے ضروری شرائط و آداب، تفسیر بالرائے کی مذمت اور قراءت و تلاوت کے آداب پر نہایت قیمتی مباحث لکھے ہیں۔ یہ مقدمہ آج بھی اصولِ تفسیر کے طالب علم کے لیے بہترین رہنما ہے۔

چوتھی خصوصیت حدیث و آثار سے استشہاد کی کثرت اور بہت سے مقامات پر روایات کے ماخذ کا حوالہ ہے، جس سے قاری کو اصل مصادر تک رسائی ملتی ہے۔ پانچویں خصوصیت اسرائیلیات سے نسبتاً احتراز اور باطل فرقوں، خصوصاً ظاہری مضمون سے ہٹ کر باطنی تاویلات کرنے والوں کا مدلل رد ہے؛ امام قرطبی بار بار واضح کرتے ہیں کہ آیت کے ظاہری مفہوم کو چھوڑ کر بلادلیل باطنی معنی مراد لینا گمراہی ہے۔ چھٹی خصوصیت ان کا منصفانہ طرزِ ترجیح ہے : وہ امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کو عموماً ترجیح دیتے ہیں لیکن جہاں دلیل کسی اور امام کے ساتھ ہو وہاں اسے جھجک کے بغیر اختیار کرتے ہیں۔ ساتویں خصوصیت معاشرتی اصلاح کا رنگ ہے؛ امام قرطبی اپنے دور کی رسوم و بدعات اور اخلاقی خرابیوں پر بھی گرفت کرتے ہیں، جس سے تفسیر صرف علمی نہیں بلکہ اصلاحی کتاب بھی بن گئی ہے۔

جدول :تفسیرِ قرطبی کی خصوصیات کا خلاصہ

خصوصیت	مختصر وضاحت
فقہی مرکزیت	آیاتِ احکام سے مسائل کا استنباط اور مذاہب کا موازنہ کتاب کا اصل موضوع ہے
جامعیت	لغت، نحو، قراءات، اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ اور احادیث سب جمع ہیں
قیمتی مقدمہ	فضائلِ قرآن، آدابِ مفسر اور تفسیر بالرائے کی مذمت پر مستقل مباحث
منصفانہ ترجیح	مالکی مسلک کی ترجیح کے ساتھ دلیل کی بنیاد پر دوسرے موقف کا اختیار بھی
اسرائیلیات سے احتراز	بے سند قصوں اور باطنی تاویلات کا مدلل رد
اصلاحی رنگ	معاشرتی رسوم و بدعات پر گرفت اور اخلاقی رہنمائی

تفسیرِ قرطبی کا مرحلہ وار منہج

امام قرطبی کے منہج کو سمجھنے کے لیے ایک آیت پر ان کے کام کی ترتیب دیکھنا مفید ہے۔ وہ عموماً ہر سورت کے شروع میں اس کا تعارف، اس کے نام کی وجہ اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ پھر آیت کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق، مختلف قراءتوں کا ذکر اور ہر قراءت کے مفہوم پر اثر واضح کرتے ہیں۔ اس کے بعد آیت کے ظاہری مفہوم کی تشریح، اسبابِ نزول اور متعلقہ احادیث و آثار پیش کرتے ہیں۔ پھر اصل مرحلہ آتا ہے جس میں وہ آیت سے نکلنے والے فقہی مسائل کو ایک ایک کر کے شمار کرتے ہیں، ہر مسئلے میں صحابہ، تابعین اور ائمہ کے اقوال دلائل سمیت نقل کرتے ہیں، متعارض اقوال میں بحث و مناقشہ کرتے ہیں اور آخر میں اپنی ترجیح بیان کرتے ہیں۔ اس باقاعدہ ترتیب کی وجہ سے قاری کھویا ہوا محسوس نہیں کرتا بلکہ ایک ہی جگہ سے زبان، حدیث، فقہ اور عقیدہ چاروں علوم سے حصہ پا لیتا ہے۔ یہی

ترتیب و تنظیم وہ خصوصیت ہے جس نے اس کتاب کو علمی حلقوں میں ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا اور یہ واضح کر دیا کہ اچھی تفسیر صرف معلومات کا انبار نہیں ہوتی بلکہ اسلوب و ترتیب بھی اس کی قدر کا حصہ ہوتے ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ علماء کی آراء کے مطابق" الجامع لاحکام القرآن "آیاتِ احکام کی سب سے جامع، منصفانہ اور نفع بخش تفسیر ہے، جس سے ہر مسلک کے اہلِ علم فیض پاتے ہیں۔ اس کی چیدہ خصوصیات میں فقہی مرکزیت، علومِ قرآن کی جامعیت، مشہور مقدمہ، احادیث کا بھرپور استعمال، اسرائیلیات سے احتراز، دلیل کی بنیاد پر ترجیح اور اصلاحی اسلوب شامل ہیں۔ یہی وجوہات ہیں کہ سات صدیوں سے یہ تفسیر درسِ نظامی کی زینت ہے اور قرآنی احکام کو سمجھنے کا سب سے قابلِ اعتماد دروازہ سمجھی جاتی ہے۔

سوال نمبر :2 میثاقِ انبیاء، اولو العزم انبیاء سے لیا گیا عہد اور تبلیغِ پیغام کا حق (20 نمبر)

سوال نمبر2 ۔ میثاق انبیاء سے کیا مراد ہے اور اولو العزم انبیاء سے کونسا عہد لیا گیا؟ نیز وضاحت کیجئے کہ پیغام الٰہی کو پہنچانے میں انبیاء نے کیسے حق ادا کیا؟۔(20)

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا اور ان سے ایک پختہ عہد بھی لیا جسے قرآن نے "میثاق "کہا ہے۔ میثاق کوئی معمولی وعدہ نہیں بلکہ وہ پختہ اور مضبوط عہد ہوتا ہے جس کی خلاف ورزی کا تصور بھی منتخب بندوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ قرآنِ مجید میں انبیاء سے لیے گئے اس میثاق کا ذکر خصوصیت کے ساتھ آیا ہے، اور ان میں پانچ اولو العزم رسولوں کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ اس سوال میں میثاقِ انبیاء کا مفہوم، اولو العزم انبیاء سے لیے گئے عہد کی نوعیت اور انبیاء کی طرف سے تبلیغِ رسالت کا حق ادا کرنے کی صورت تفصیل سے بیان کی جاتی ہے۔

میثاقِ انبیاء سے کیا مراد ہے؟

میثاق کے لغوی معنی ہیں پختہ عہد، مضبوط معاہدہ اور وہ وعدہ جسے گواہی اور تاکید کے ساتھ باندھا گیا ہو۔ قرآن میں میثاقِ انبیاء سے مراد وہ خصوصی عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل سے لیا کہ وہ اللہ کا پیغام کسی کمی بیشی کے بغیر امانت داری کے ساتھ قوموں تک پہنچائیں گے، اللہ کی توحید و اطاعت کی دعوت دیں گے اور آنے والے انبیاء کی تصدیق کریں گے۔ اس عہد کا ذکر سورۂ احزاب میں یوں آیا ہے: "وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا" یعنی جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور آپ سے، نوح سے، ابراہیم سے، موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی، اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا) الاحزاب(7 :۔ یہاں "میثاقاً غلیظاً" یعنی نہایت پختہ و وزنی عہد کی تعبیر اس میثاق کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔

دوسرا مقام سورۂ آل عمران ہے جہاں اس میثاق کی تفصیل آئی ہے: "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ" یعنی جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے تمہیں جو کتاب و حکمت دی ہے، پھر اگر تمہارے پاس کوئی رسول اس کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو تمہارے پاس ہے تو تم لازماً اس پر ایمان لاؤ گے اور لازماً اس کی مدد کرو گے) آل عمران(81 :۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی، بالخصوص خاتم النبیین محمد ﷺ کی بشارت دے گا، ان کی تصدیق کرے گا اور اپنی امت کو ان کی اتباع کی وصیت کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ کتابوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کی صفات و بشارتیں موجود تھیں اور ہر امت کو اپنے نبی کے ذریعے اس عہد کا پابند بنایا گیا تھا۔

اولو العزم انبیاء کون ہیں اور ان سے کون سا عہد لیا گیا؟

اولو العزم سے مراد وہ بلند ہمت رسول ہیں جنہوں نے تبلیغ و دعوت میں غیر معمولی صبر، استقلال اور قربانی کا مظاہرہ کیا۔ قرآن میں ان کی تعداد نام لے کر سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت اور سورۂ شوریٰ کی آیت سے معلوم ہوتی ہے، اور مفسرین کے جمہور کے نزدیک وہ پانچ ہیں :حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا: "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" یعنی آپ اسی طرح صبر کیجئے جیسا کہ اولو العزم رسولوں نے صبر کیا) الاحقاف(35 :۔

ان اولو العزم انبیاء سے جو عہد لیا گیا وہ عام میثاق سے بھی زیادہ تاکید والا تھا، جسے قرآن نے" میثاقاً غلیظاً "کہا۔ اس عہد کے بنیادی نکات یہ تھے :اول یہ کہ وہ اللہ کے دین کی تبلیغ میں ثابت قدم رہیں گے، خواہ تکذیب، اذیت اور قتل تک کی نوبت آئے، وہ اپنا فرض ادا کرتے رہیں گے۔ دوم یہ کہ وہ اپنے بعد آنے والے رسول کی تصدیق و نصرت کریں گے اور اپنی امتوں کو اس کی خبر و بشارت پہنچائیں گے۔ سوم یہ کہ وہ دین کے ان مشترک اصولوں کو قائم رکھیں گے جن کا حکم سب شریعتوں میں دیا گیا :اللہ کی وحدانیت، اس کی عبادت، تقویٰ اور دین میں تفرق نہ ڈالنا، جیسا کہ فرمایا گیا" :شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ")الشوریٰ(13 :۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اولو العزم انبیاء سے لیا گیا عہد محض تبلیغ کا نہیں بلکہ دین کی حفاظت، اس کی اقامت اور سلسلۂ نبوت کے تسلسل کی تصدیق کا عہد تھا، اور یہی عہد آخری صورت میں نبی کریم ﷺ کی ختمِ نبوت پر مکمل ہوا۔

انبیاء نے پیغامِ الٰہی پہنچانے میں کیسے حق ادا کیا؟

تاریخِ نبوت اس بات کی روشن گواہ ہے کہ ہر نبی نے اس عہد کا پورا حق ادا کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو دن رات، اعلانیہ و خفیہ، ہر اسلوب سے دعوت دی) نوح(9-5 :۔ قوم نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسیں، تمسخر کیا اور دھمکیاں دیں، مگر وہ اپنے فرض سے ایک لمحہ پیچھے نہ ہٹے، یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے کشتی بنائی اور طوفان میں نجات پانے والوں کا ذریعہ بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرست باپ اور قوم کے سامنے توحید کا اعلان کیا، بت توڑ کر بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑی رکھ کر عملی دلیل قائم کی، آگ میں ڈالے جانے کو برداشت کیا، پھر وطن چھوڑا، اور بڑھاپے میں بیٹے کی قربانی تک کے امتحان میں سرخرو ہوئے۔ ان کی پوری زندگی اس عہد کی وفا کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون جیسے جابر و ظالم بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر اللہ کا پیغام سنایا، پھر بنی اسرائیل کو غلامی سے نکال کر چالیس سال صحرا کی تربیت گاہ میں دین سکھایا اور تورات کی صورت میں امانتِ الٰہی پہنچائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بیمار دلوں کا علاج کیا، کتاب و حکمت کی تعلیم دی، اپنے بعد آنے

والے احمد ﷺ کی بشارت دی) الصف (6 :اور مخالفین کی سازشوں و اذیتوں کے باوجود تبلیغ کا حق ادا کیا۔ ان تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو آخری نبی کی آمد کی خبر دی، کیونکہ یہ ان کے میثاق کا حصہ تھا۔

اس سلسلے کی آخری اور کامل کڑی سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا" :يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ) "المائدہ(67 :۔ آپ ﷺ نے تیئیس سال میں قرآن کا ایک ایک حرف پہنچایا :مکہ کی گلیوں میں تکذیب و پتھراو برداشت کیا، طائف میں لہولہان ہوئے مگر دعا دی، مدینہ میں ریاست و معاشرہ بنا کر دین کو عملی نظام کے طور پر قائم کیا۔ حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں آپ ﷺ نے لوگوں سے گواہی لی" :ألا ہل بلغت؟ "لوگوں نے کہا :ہاں، آپ نے پہنچا دیا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا" :اللہم اشہد "یعنی اے اللہ !گواہ رہنا۔ یہ لمحہ میثاقِ انبیاء کی تکمیل کی گواہی تھا۔ آپ ﷺ نے پیغام کو اتنی امانت سے پہنچایا کہ اللہ نے خود فرمایا" :الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) "المائدہ(3 :۔

انبیاء کے حق ادا کرنے کی مشترکہ خصوصیات پر غور کریں تو چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ انہوں نے پیغام میں کمی بیشی نہیں کی کیونکہ وحی امانت تھی؛ انہوں نے ثواب کی کوئی دنیوی اجرت نہیں مانگی بلکہ ہر نبی نے کہا کہ میرا اجر اللہ کے ذمے ہے؛ انہوں نے نرمی و حکمت کے ساتھ دلیل و محبت دونوں سے کام لیا؛ اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر اپنا فرض ادا کرتے رہے، ہدایت دینا اللہ کا کام سمجھا۔ یہی وہ وفاداری ہے جس کی بدولت آج دین اپنی اصل صورت میں موجود ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ میثاقِ انبیاء سے مراد اللہ کا وہ پختہ عہد ہے جو اس نے انبیاء سے تبلیغِ رسالت اور آنے والے رسول کی تصدیق و نصرت کے بارے میں لیا۔ اولو العزم پانچ رسولوں — نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد — ﷺ سے یہ عہد" میثاقاً غلیظاً "کی تاکید کے ساتھ لیا گیا کہ وہ ہر حال میں دین قائم رکھیں گے، ثابت قدمی دکھائیں گے اور سلسلۂ نبوت کی کڑیوں کی تصدیق کریں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انبیاء نے صدیوں کی دعوت، قربانیوں، ہجرتوں اور صبر کے ذریعے اس عہد کا پورا حق ادا کیا، اور آخری نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اللہ کو گواہ بنا کر اس امانت کی تکمیل کا اعلان کیا۔

سوال نمبر :3 غزوۂ احزاب میں دفاعی طریقہ، خندق کی کھدائی میں صحابہ کی کیفیت اور تین بشارتیں 20) نمبر(

سوال نمبر3 ۔ غزوہ احزاب میں مسلمانوں نے دفاع کے لئے کون سا طریقہ اپنایا؟ نیز خندق کی کھدائی کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت اور آپ کو کدال کی تین ضربوں پر دی گئیں تین بشارتوں کی تفصیل تحریر کیجئے۔(20)

تعارف

غزوۂ احزاب، جسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے، 5 ہجری کو پیش آیا۔ یہ مدینہ پر ہونے والا سب سے بڑا متحدہ حملہ تھا، جس میں قریشِ مکہ، غطفان اور دیگر قبائل کے تقریباً دس ہزار جنگجو مدینہ کو مٹانے کے ارادے سے جمع ہوئے، جبکہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ اس غزوے میں مسلمانوں نے روایتی میدانِ جنگ کے بجائے ایک بالکل نیا دفاعی طریقہ اختیار کیا جو عرب میں اس سے پہلے معروف نہ تھا۔ اسی طریقے کی تیاری، یعنی خندق کی کھدائی، سیرت کا ایک ایمان افروز باب ہے جس میں صحابہ کرام کی قربانی اور نبی کریم ﷺ کو دی گئی تین عظیم بشارتیں شامل ہیں۔ اس سوال میں ان تینوں پہلوؤں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

دفاع کا طریقہ :خندق کی تدبیر

جب نبی کریم ﷺ کو دشمن کے متحدہ لشکر کی آمد کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک تدبیر پیش کی جو ان کے وطن فارس میں رائج تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! ہم فارس میں جب بڑے لشکر سے محاصرے کا خطرہ ہوتا تو اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس مشورے کو پسند فرمایا اور یہی فیصلہ ہوا کہ مدینہ کے اس شمالی رخ پر، جو پہاڑوں اور باغات سے محفوظ نہ تھا، ایک لمبی اور چوڑی خندق کھودی جائے جسے دشمن کے گھوڑے اور پیدل لشکر عبور نہ کر سکے۔

یہ دفاعی طریقہ اس لحاظ سے انقلابی تھا کہ اس نے دشمن کی عددی برتری کو بے اثر کر دیا۔ خندق کے پیچھے مسلمان تیر انداز تعینات تھے، اس لیے جو دشمن خندق پار کرنے کی کوشش کرتا وہ تیروں کی زد میں آ جاتا۔ دوسری طرف

مسلمانوں کو میدان میں نکل کر دس ہزار کے لشکر سے ٹکرانے کی ضرورت نہ رہی اور شہر کی آبادی، عورتیں اور بچے قلعوں میں محفوظ رہے۔ خندق روایات کے مطابق اتنی چوڑی و گہری تھی کہ قریش کے شہسوار اسے دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہا کہ یہ وہ چال ہے جو عرب کے ہاں کبھی نہ چلی تھی۔ یہ حکمت عملی کئی ہفتوں کے محاصرے میں کامیاب رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرد ہوا اور فرشتوں کے لشکروں کے ذریعے دشمن کو ناکام لوٹا دیا) الاحزاب(9 :۔

کھدائی کی تنظیم اور نبی کریم ﷺ کی شرکت

کھدائی کا کام نہایت منظم طریقے سے تقسیم کیا گیا۔ دس دس صحابہ کی ٹولیاں بنائی گئیں اور ہر ٹولی کو خندق کا معین حصہ مقرر کر دیا گیا۔ مہاجرین و انصار میں ایک خوش گوار بحث بھی ہوئی کہ سلمان فارسی کس گروہ میں شامل ہوں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا" :سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہے"، جس سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا مقام بھی ظاہر ہوا۔ خود نبی کریم ﷺ بھی اس کام میں برابر شریک تھے :آپ ﷺ بھی اٹھاتے، کدال چلاتے اور صحابہ کے ساتھ مل کر رجزیہ اشعار پڑھتے۔ سردی کا موسم تھا، کھانے کی شدید قلت تھی اور وقت بھی کم، کیونکہ دشمن قریب آ رہا تھا، اس کے باوجود کھدائی تقریباً ایک ماہ سے بھی کم مدت میں مکمل کر لی گئی۔

کھدائی کے دوران صحابہ کرام کی کیفیت

کھدائی کے دنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت صبر، بھوک اور جذبۂ ایمانی کا حیرت انگیز امتزاج تھی۔ خوراک کی اتنی کمی تھی کہ بہت سے صحابہ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے پیٹ پر بھی بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہے تو انہوں نے گھر جا کر ایک چھوٹی بکری ذبح کی اور جو پیس کر کھانا تیار کیا، اور آہستگی سے آپ ﷺ کو چند ساتھیوں سمیت دعوت دی۔ آپ ﷺ نے تمام اہلِ خندق، تقریباً ایک ہزار افراد کو بلا لیا۔ حضرت جابر گھبرائے، مگر آپ ﷺ نے ہانڈی میں لعابِ دہن ڈالا، برکتی دعا فرمائی اور سب نے سیر ہو کر کھایا، پھر بھی ہانڈی اور آٹا ویسے کا ویسا باقی رہا۔ یہ واقعہ سیرت میں کھدائی کے دور کا مشہور معجزہ ہے۔

جسمانی مشقت کے ساتھ صحابہ کے دلوں میں خوف و گھبراہٹ بھی ایک فطری امر تھا، کیونکہ سامنے متحدہ عرب کا سب سے بڑا لشکر تھا اور اندر سے بنو قریظہ کی عہد شکنی کی خبریں بھی آ رہی تھیں۔ قرآن نے اس کیفیت کو یوں بیان

کیا ہے کہ جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آیا، آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور مسلمان سخت آزمائش میں ڈالے گئے) الاحزاب(11-10 :۔ لیکن اہلِ ایمان کا جواب یہ تھا کہ انہوں نے کہا :یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اس منظر نے ان کے ایمان و اطاعت میں اضافہ ہی کیا) الاحزاب(22 :۔ کام کے دوران وہ اللہ کی حمد اور رجزیہ اشعار پڑھتے اور نبی کریم ﷺ ان کے اشعار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ اے اللہ !زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، پس انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔

کدال کی تین ضربیں اور تین بشارتیں

کھدائی کے دوران ایک مقام پر ایسی سخت چٹان آ گئی جو صحابہ کی کدالوں سے ٹوٹ نہ سکی۔ صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ خود خندق میں اترے، کدال پکڑی اور بسم اللہ کہہ کر پہلی ضرب لگائی۔ چٹان کا ایک حصہ ریزہ ریزہ ہوا اور اس میں سے روشنی کی چمک نکلی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شام کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، میں اس وقت قیصر کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، یعنی روم کی سلطنت کی فتح کی بشارت سنائی۔ دوسری ضرب پر چٹان مزید ٹوٹی اور پھر روشنی نکلی؛ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فارس کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، میں مدائن کے سفید محل دیکھ رہا ہوں، یعنی کسریٰ کی سلطنت کے زوال و فتح کی خوش خبری دی۔ تیسری ضرب پر پوری چٹان ٹوٹ گئی اور آپ ﷺ نے یمن کی فتح کی بشارت دی، فرمایا کہ میں صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

روایات میں ان بشارتوں کی ترتیب و تعبیر میں معمولی فرق ملتا ہے، لیکن مضمون سب کا متفق ہے کہ خندق کی کھدائی جیسے دفاعی و مایوسی بھرے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مستقبل کی تین عظیم سلطنتوں یعنی روم، فارس اور یمن کی فتح کی خبر دے دی۔ منافقین نے ان بشارتوں کا مذاق اڑایا کہ ہمیں تو مدینہ سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں اور محمد ﷺ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی خبر دیتے ہیں، لیکن اہلِ ایمان نے انہیں وعدۂ الٰہی سمجھ کر قبول کیا۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ خلافتِ راشدہ ہی کے دور میں فارس و روم کے بڑے علاقے اور یمن فتح ہوئے اور یہ بشارتیں لفظ بہ لفظ پوری ہوئیں۔ یہ واقعہ اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ نبوت کی صداقت اور وحی کے مستقبل بیانی پر زبردست دلیل ہے۔

نتیجہ

نتیجے کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خندق کھودنے کا نیا دفاعی طریقہ اپنایا، جس نے دشمن کی عددی برتری کو بے کار کر دیا۔ کھدائی کے دوران صحابہ کرام بھوک، سردی اور خوف کے باوجود صبر، ہم آوازی اور ایمان کی شاندار تصویر پیش کرتے رہے، خود نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ مٹی اٹھاتے اور کدال چلاتے رہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کھانے کی برکت اس دور کا روشن معجزہ ہے۔ اسی کھدائی میں سخت چٹان پر آپ ﷺ کی تین ضربوں کے ساتھ روم، فارس اور یمن کی فتح کی تین بشارتیں دی گئیں جو بعد میں پوری ہو کر رہیں۔ یہ غزوہ سکھاتا ہے کہ تدبیر، صبر اور اللہ پر توکل مل جائیں تو بڑی سے بڑی طاقت بھی ناکام لوٹتی ہے۔

سوال نمبر :4 جنگِ خندق کو غزوۂ احزاب کہنے کی وجہ اور غزوۂ خندق کے ابتدائی واقعات 20) نمبر(

سوال نمبر4 ۔ جنگ خندق کو غزوہ احزاب کیوں کہتے ہیں؟ نیز غزوہ خندق کے ابتدائی اہم واقعات تحریر کریں۔ (20)

تعارف

5ہجری میں مدینہ منورہ پر ہونے والا حملہ اسلامی تاریخ کا فیصلہ کن مرحلہ تھا۔ یہ وہ حملہ تھا جس میں عرب کے تمام دشمنانِ اسلام نے اپنے باہمی اختلافات بھلا کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس غزوے کے دو نام مشہور ہیں :غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب۔ اس سوال میں پہلے اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ اسے غزوۂ احزاب کیوں کہا جاتا ہے، اور پھر اس غزوے کے ابتدائی اہم واقعات ترتیب وار بیان کیے جائیں گے۔

اسے غزوۂ احزاب کیوں کہتے ہیں؟

لفظ" احزاب "حزب کی جمع ہے جس کا معنی ہے جماعت، گروہ اور لشکر۔ اس جنگ کو غزوۂ احزاب اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں کئی گروہ اور قبائل" حزب "یعنی متحدہ محاذ کی صورت میں مسلمانوں کے خلاف جمع ہو گئے تھے۔ ان میں سب سے پہلے قریشِ مکہ تھے جن کی قیادت ابو سفیان کر رہے تھے اور جن کے ساتھ ان کے اتحادی قبائل شامل تھے۔ دوسرے بڑے گروہ نجد کے قبائل غطفان، بنو فزارہ اور بنو مرہ تھے جو مدینہ کے کھجوروں کے باغات کے لالچ اور قریش کی ترغیب سے شریک ہوئے۔ تیسرا کردار یہودی قبیلہ بنو نضیر کے جلاوطن سرداروں کا تھا، بالخصوص حیی بن اخطب کا، جس نے قبائل کو گھوم گھوم کر اس اتحاد کے لیے آمادہ کیا تھا۔ چوتھا داخلی گروہ مدینہ کے اندر موجود بنو قریظہ تھا جس نے موقع پا کر مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور دشمن سے ملنے کا ارادہ کیا۔

یوں اس جنگ میں حملہ آور کوئی ایک قبیلہ نہیں تھا بلکہ عرب و یہود کے کئی گروہوں کا اتحاد تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پورے واقعے کو سورۂ احزاب میں بیان کیا اور سورت کا نام بھی اسی مناسبت سے" الاحزاب "رکھا گیا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو !اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم پر لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تمہیں نظر نہ آتی تھیں) الاحزاب(9 :، اور ان کافروں کو اللہ نے پوری غیظ و غضب کے ساتھ ناکام واپس لوٹا دیا) الاحزاب(25 :۔ اس کے مقابلے میں اس کا دوسرا نام غزوۂ خندق دفاعی تدبیر کی بنا پر مشہور ہوا۔ گویا" خندق "نام مسلمانوں کی حکمت عملی کو بتاتا ہے اور" احزاب "نام دشمن کے متحدہ اتحاد کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور دونوں نام ایک ہی غزوے کی دو نمایاں خصوصیتوں کا پتہ دیتے ہیں۔

جدول :احزاب کا اتحاد اور ان کا کردار

گروہ / قبیلہ	کردار
قریشِ مکہ	اتحاد کی مرکزی قیادت، ابو سفیان کی سرکردگی میں سب سے بڑا لشکر
غطفان و نجدی قبائل	قریش کے اتحادی، مال و باغات کے لالچ میں شریکِ حملہ
بنو نضیر کے جلاوطن سردار	قبائل کو اکسانے اور اتحاد بنانے کا اصل منصوبہ ساز گروہ،

	قیادت حیی بن اخطب
بنو قریظه	مدینه کے اندر سے عہد شکنی کر کے دشمن کی اندرونی مدد کا ارادہ

غزوۂ خندق کے ابتدائی اہم واقعات

اس غزوے کی ابتدا اس پس منظر سے ہوتی ہے کہ غزوۂ احد اور اس کے بعد کے واقعات میں مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر یہودی سرداروں نے ایک بڑی سازش تیار کی۔ بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد ان کے سردار، جن میں حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور دیگر شامل تھے، مکہ گئے اور قریش کو مدینہ پر فیصلہ کن حملے کی دعوت دی، اور اپنی مذہبی حمایت کا یقین بھی دلایا۔ پھر انہوں نے نجد کے قبائل غطفان وغیرہ کا دورہ کیا اور انہیں خیبر کی نصف پیداوار کے لالچ پر آمادہ کیا۔ یوں تقریباً دس ہزار کا متحدہ لشکر تیار ہوا، جس کا مقابلہ عرب میں اس سے پہلے شاذ ہی ہوا تھا۔ یہ سازش و تیاری ہی اس غزوے کا پہلا اہم ابتدائی واقعہ ہے۔

دوسرا واقعہ مسلمانوں کو خبر کا پہنچنا اور مشاورت ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اس لشکر کی روانگی کی اطلاع مل گئی۔ آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے سربراہوں سے مشورہ کیا کہ شہر سے باہر نکل کر لڑا جائے یا شہر کے اندر رہ کر دفاع کیا جائے۔ اسی مجلس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اہلِ فارس کی خندق والی تدبیر پیش کی، جسے نبی کریم ﷺ نے قبول فرمایا۔ یہ مشورہ و فیصلہ اس غزوے کی سمت متعین کرنے والا واقعہ ہے، کیونکہ اس نے تعلقاتِ جنگ کی پوری صورت بدل کر رکھ دی۔

تیسرا واقعہ خندق کی کھدائی کا آغاز و تکمیل ہے۔ مدینہ کے شمال میں سلع پہاڑ سے لے کر کھلے میدان تک لمبی خندق کھودی گئی، جسے کھودنے میں تقریباً دس دس نفری کی ٹولیاں کام کرتی رہیں۔ سردی، بھوک اور وقت کی کمی کے باوجود کام شب و روز جاری رہا۔ اسی دوران کھانے کی برکت کا واقعہ اور سخت چٹان پر تین بشارتوں کا واقعہ بھی پیش آیا جو اس دور کی روحانی و ایمانی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جب کھدائی مکمل ہوئی تو مسلمان اہل و عیال کو مدینہ کے محفوظ قلعوں میں منتقل کر کے خندق کے پیچھے مورچہ بند ہو گئے۔

چوتھا واقعہ دشمن لشکر کی آمد اور اس کی حیرانی ہے۔ قریش و اتحادی قبائل جب مدینہ پہنچے تو انہیں امید تھی کہ میدان میں آمنا سامنا ہو گا، مگر سامنے کھدی ہوئی خندق دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ ان کے لیے یہ صورت بالکل نئی تھی۔ لشکر نے خندق کے اس پار پڑاؤ ڈال کر محاصرہ کر لیا اور تیر اندازی و نیزہ بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس ابتدائی مرحلے میں کوئی بڑی جھڑپ نہیں ہوئی، بس پہل کرنے کی انفرادی کوششیں ہوئیں، اور مسلمانوں کی پوری توجہ مورچوں کی حفاظت پر رہی۔ اس محاصرہ میں سردی کی شدت اور رسد کی کمی نے آہستہ آہستہ محاصرہ کرنے والوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔

پانچواں ابتدائی واقعہ بنو قریظہ کی عہد شکنی کا خطرہ ہے۔ حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو بھلا پھسلا کر نبی کریم ﷺ سے کیا ہوا دفاعی معاہدہ توڑنے پر آمادہ کر لیا۔ اس خبر نے مسلمانوں پر سخت دباؤ ڈالا کیونکہ اب دشمن اندر سے بھی آ سکتا تھا، جہاں عورتیں اور بچے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے تحقیق کے لیے صحابہ کی ایک جماعت بھیجی اور صورتِ حال کی تصدیق کے بعد عورتوں و بچوں کے محلے کی حفاظت کا انتظام کیا اور مدینہ کے اندر گشت مقرر کیا۔ یہ واقعہ غزوے کے ابتدائی مرحلے کا سب سے نازک موڑ تھا جس کا ذکر قرآن نے" وظننتم باللہ الظنونا " اور" زلزلوا زلزالاً شدیداً "کہہ کر کیا ہے) الاحزاب(11-10 :۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ جنگِ خندق کو غزوۂ احزاب اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں قریش، غطفان، بنو نضیر کے سازشی سردار اور بنو قریظہ سمیت کئی گروہ و قبائل ایک متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں کے مقابل آئے تھے، اور قرآن کی سورۂ احزاب بھی اسی واقعے کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ اس غزوے کے ابتدائی اہم واقعات میں یہودی سرداروں کی سازش و اتحاد سازی، نبی کریم ﷺ کی مشاورت اور خندق کا فیصلہ، خندق کی بروقت تکمیل، دشمن کی آمد و حیرانی اور بنو قریظہ کی عہد شکنی کا خطرہ شامل ہیں۔ انہی واقعات نے اس غزوے کو محض ایک جنگ کے بجائے ایمان، تدبیر اور صبر کا عظیم امتحان بنا دیا، جس میں اللہ کی مدد سے مسلمان سرخرو ہوئے۔

سوال نمبر :5 سورۃ الحدید کا تعارف، فضیلت و خصوصیات اور پہلی دس آیات کے مضامین 20) نمبر(

سوال نمبر5 ۔ سورۃ الحدید کا تعارف، فضیلت و خصوصیات تحریر کیجئے نیز سورۃ الحدید کی پہلی دس آیات میں بیان کردہ مضامین میں سے ہر عنوان پر ایک پیراگراف تحریر کیجئے۔(20)

تعارف

سورۃ الحدید قرآنِ مجید کی ستاونویں سورت ہے جو ستائیسویں پارے میں واقع ہے۔ یہ مدنی سورت ہے، علماء کی اکثریت کے نزدیک اس کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا، اگرچہ اس کے ابتدائی حصے کے بارے میں بعض نے مکی ہونے کا قول بھی نقل کیا ہے۔ اس میں کل 29 آیات اور چار رکوع ہیں۔ اس سورت کو "مسبّحات" میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا آغاز اللہ کی تسبیح سے ہوتا ہے۔ اس سوال میں پہلے سورت کا عمومی تعارف، پھر اس کی فضیلت و خصوصیات اور آخر میں پہلی دس آیات کے اہم مضامین عنوان وار پیراگراف کی صورت میں پیش کیے جائیں گے۔

جدول :سورۃ الحدید کا بنیادی تعارف

پہلو	تفصیل
نام	الحدید) لوہا — (آیت 25 میں "وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ" کے لفظ سے ماخوذ
ترتیب / مقام	قرآن کی 57 ویں سورت، پارہ27 ، مدنی سورت
آیات و رکوع	29آیات، 4 رکوع
نوعیت	مسبّحات میں سے ایک، آغاز تسبیحِ الٰہی سے
مرکزی مضامین	توحید و صفاتِ الٰہی، ایمان و انفاق کی دعوت، دنیا کی بے ثباتی، تقویٰ اور نورِ ایمان

سورۃ الحدید کی فضیلت

اس سورت کی فضیلت میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ مسبّحات میں شامل ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سنت تھی کہ آپ ﷺ سونے سے پہلے مسبّحات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ مسبّحات میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے، جس سے ان سورتوں کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ کہ یہ سورت ایمان کو تازہ کرنے والی ہے؛ اس کی ابتدائی آیات میں اللہ کی ایسی جامع صفات بیان ہوئی ہیں جن کا مطالعہ دل میں خدا کی عظمت و قربت کا شعور پیدا کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس سورت نے انفاق فی سبیل اللہ کی ایسی ترغیب دی ہے کہ اسے پڑھ کر دل دولت کی محبت سے نکل کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے؛ اسی لیے اہلِ علم اسے قساوتِ قلب کے علاج اور سخاوت کی تربیت کے لیے مؤثر قرار دیتے ہیں۔

سورۃ الحدید کی خصوصیات

اس سورت کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔ اول، اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایسا جامع اور مختصر بیان ہے جس کی مثال کم ملتی ہے؛ پہلی چھ آیات میں قدرت، علم، ملک، حیات و موت، اول و آخر اور ظاہر و باطن ہونے جیسی بنیادی صفات سما گئی ہیں۔ دوم، اس کا بڑا موضوع انفاق ہے؛ سورت میں بار بار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے، اللہ کو قرضِ حسنہ دینے اور اس کے دوگنے اجر کا ذکر آیا ہے کیونکہ مدنی معاشرے کی تعمیر و جہاد کے لیے مال کی قربانی ناگزیر تھی۔ سوم، اس میں دنیا کی بے ثباتی کو نہایت مؤثر تمثیل سے بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل، تماشا، زینت، آپس میں فخر اور مال و اولاد میں زیادتی کی خواہش ہے، جیسے بارش سے اگنے والی کھیتی جو سوکھ کر زرد ہو جاتی ہے) الحدید(20 :۔ چہارم، اس میں اہلِ ایمان کو آخرت میں ملنے والے نور کا ذکر ہے جو ان کے آگے اور دائیں طرف دوڑے گا، اور منافقین اس نور سے محروم رہیں گے) الحدید(13-12 :۔ پنجم، اس میں قساوتِ قلب سے خبردار کیا گیا ہے اور ذکرِ الٰہی سے دلوں کے نرم ہونے کی دعوت دی گئی ہے) الحدید(16 :، اور" حدید "یعنی لوہے کے ذکر کے ساتھ قوت و انصاف کے قیام کا پیغام بھی موجود ہے کہ اللہ نے کتاب و میزان کے ساتھ حدید بھی اتارا تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں) الحدید(25 :۔

پہلی دس آیات کے مضامین — ہر عنوان پر ایک پیراگراف

تسبیحِ کائنات) آیت(1

سورت کا آغاز اس اعلان سے ہوتا ہے" :سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اس آیت میں بیان ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود و عمل سے اپنے خالق کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ یہ تسبیح انسان کو بھی دعوت دیتی ہے کہ وہ اس ہمہ گیر تسبیح میں شامل ہو اور اللہ کو ہر نقص و عیب سے پاک مانتے ہوئے اس کی عظمت کو پہچانے، کیونکہ اللہ عزیز یعنی سب پر غالب بھی ہے اور حکیم یعنی ہر کام حکمت سے کرنے والا بھی۔

اللہ کی بادشاہت و قدرتِ کاملہ) آیت(2

دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس میں توحیدِ ربوبیت کا جامع بیان ہے :کائنات کا اصل مالک و حاکم اللہ ہے، زندگی و موت اسی کے قبضے میں ہے اور کوئی واقعہ اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ یہ عقیدہ انسان کے دل سے مخلوق کے خوف کو نکالتا اور اسے صرف اللہ پر بھروسا سکھاتا ہے۔

الاول، الآخر، الظاہر اور الباطن) آیت(3

تیسری آیت میں اللہ کی چار عظیم صفات بیان ہوئیں :وہ اول ہے یعنی سب سے پہلے، اس سے پہلے کوئی نہیں؛ وہ آخر ہے یعنی سب کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا؛ وہ ظاہر ہے یعنی اس کی قدرت کی نشانیاں ہر جگہ نمایاں ہیں؛ اور وہ باطن ہے یعنی نگاہوں سے پوشیدہ، اس کی ذات کی کنہ کو کوئی نہیں پا سکتا۔ ساتھ فرمایا گیا کہ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ان صفات کا اجتماع صرف اللہ کی ذات میں ہے اور یہی آیت علمِ عقائد میں خاص اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی ازلیت، ابدیت اور محیط علم کا خلاصہ آ گیا ہے۔

4) آیت (تخلیقِ کائنات، استواء اور علمِ محیط)

چوتھی آیت میں بتایا گیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر استواء فرمایا، وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے، جو آسمان سے اترتا اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ اس آیت میں اللہ کی خالقیت، اس کی حاکمیت اور اس کے علم کا احاطہ بیان ہوا ہے۔" وہ تمہارے ساتھ ہے "سے مراد اس کے علم و قدرت کی معیت ہے، جس سے انسان کو ہر حال میں یہ احساس رہتا ہے کہ وہ اللہ کی نگاہ سے چھپا ہوا نہیں، اور یہی احساس تقویٰ کی جڑ ہے۔

5-6) آیات (تمام امور کا مرجع اور رات دن کی گردش)

پانچویں و چھٹی آیات میں فرمایا گیا کہ آسمان و زمین کی سلطنت اسی کی ہے، تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں، وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، اور وہ سینوں کے رازوں کو بھی جاننے والا ہے۔ ان آیات میں زندگی کے نظام کا الٰہی انتظام بیان ہوا :زمانے کی گردش، دن رات کی تبدیلی اور امور کا انجام سب اسی کے اختیار میں ہے۔ انسان کے ظاہری اعمال ہی نہیں، دل کی چھپی نیتوں تک اس کے علم میں ہیں، لہٰذا ہر کام کی جواب دہی کا یقین انسان کو نیت کی درستی کی طرف لے جاتا ہے۔

7) آیت (ایمان کی دعوت اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب)

ساتویں آیت میں خطاب کا رخ مومنین کی طرف ہوتا ہے :اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں وارث و نائب بنایا ہے، پس جو ایمان لائے اور خرچ کرے اس کے لیے بڑا اجر ہے۔ یہاں یہ بنیادی حقیقت واضح کی گئی کہ انسان مال کا اصل مالک نہیں بلکہ امین و نائب ہے؛ مال پہلے والوں سے اس تک آیا ہے اور اس کے بعد والوں کو منتقل ہو جائے گا۔ جو شخص اس امانت کو اللہ کی راہ میں لگاتا ہے وہ اپنا سرمایہ ہمیشہ کے اجر میں بدل دیتا ہے۔

رسول پر ایمان اور میثاق کی یاد دہانی) آیت(8

آٹھویں آیت میں سوال کے انداز میں تنبیہ کی گئی کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اللہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے۔ اس میں میثاقِ الست کی طرف اشارہ ہے کہ انسان فطرتاً اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر چکا ہے، اور رسول کی دعوت اسی بھولے ہوئے عہد کی تجدید ہے۔ لہٰذا ایمان سے گریز کی کوئی معقول وجہ باقی نہیں رہتی۔

یاتِ بینات کا نزول :ظلمات سے نور کی طرف) آیت(9

نویں آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر روشن آیات نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے، اور بے شک اللہ تم پر نہایت شفیق و مہربان ہے۔ یہ آیت قرآن کے مقصد کو واضح کرتی ہے کہ وحی کا نزول انسان کو جہالت، شرک اور گناہ کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و ہدایت کے نور میں لانا ہے۔ یہ اللہ کی خاص رحمت ہے کہ اس نے انسان کو سرگردانی میں نہیں چھوڑا بلکہ اپنے رسول اور کتاب کے ذریعے راستہ روشن کر دیا۔

انفاق سے گریز پر سوال اور اللہ کی وراثت) آیت(10

دسویں آیت میں ان لوگوں سے سوال کیا گیا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ ساری دولت کا انجام اللہ کی طرف ہے، انسان کا بچا کر رکھا ہوا مال بھی آخرکار اسی کی ملکیت میں جانا ہے، مگر جو اللہ کی راہ میں دے گا اسے دائمی بدلہ ملے گا۔ ساتھ ہی فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں کا درجہ بعد والوں سے بلند بیان ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق کی قدر اس کے وقت اور قربانی کے درجے کے لحاظ سے بڑھتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الحدید مدنی سورتوں میں ایک ممتاز سورت ہے جو مسبّحات میں شامل ہونے، صفاتِ الٰہی کے جامع بیان، انفاق کی پرزور ترغیب، دنیا کی بے ثباتی کی تمثیل اور قساوتِ قلب سے انتباہ کی وجہ سے خاص فضیلت و خصوصیت رکھتی ہے۔ اس کی پہلی دس آیات میں تسبیحِ کائنات، اللہ کی بادشاہت و قدرت، اس کی صفاتِ اربعہ، تخلیق

و علمِ محیط، امور کا مرجع اور رات دن کی گردش جیسے عقیدے کے مضامین کے بعد ایمان و انفاق کی عملی دعوت، میثاق کی یاد دہانی اور ظلمات سے نور کی طرف لے جانے والی وحی کا بیان آتا ہے۔ یوں یہ دس آیات عقیدہ و عمل دونوں کی بنیاد فراہم کرتی ہیں اور پوری سورت کا دروازہ ہیں۔

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com